رفقاء پروگرام (Fellows)

جمیلہ بار گیج -تحقیقی پروجیکٹ ____________________ :

خستہ حال علاقہ: انسانی حقوق کے پس منظر میں شہری حاشیہ کاری کا مسئلہ:

اس پروجیکٹ کا مقصد ہے خستہ حال علاقہ کے لوگوں کا مطالعہ کرنا اور وہاں کی موجودہ تنظیم کے ساتھ کام کرنا تا کہ وہاں کے لوگوں کی زندگی میں کچھ مثبت تبدیلی لائی جاسکے۔

انٹرویو

کچھ تحقیق کے بارے میں:

ڈیولپمنٹ/ٹریننگ/نیٹ ورکنگ

ظاہری طور پر خستہ حال علاقوں کی جو پریشانیاں ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

اگر ہم اس پریشانی کا بغور مطالعہ کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ضمنی طور پر یہ مقامی حکومت کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے اور یہ غریب اور مسکین لوگوں کی ضروریات پر دھیان نہ دینے کا نتیجہ ہے، ان خستہ حال علاقہ کے تقریباً سارے کے سارے لوگ مہاجر کی شکل میں بسے ہوتے ہیں اور وہ شہر کی طرف ہجرت اس امید سے کرتے ہیں کہ ان کی مالی حالت کچھ بہتر ہو سکے گی یہ جھگیاں از خود ایک بڑے خستہ حال علاقہ میں تبدیل ہو جاتی ہیں، جن علاقوں کو میں نے چنا ہے وہ مراکش شہر کے کنارے پر بسے ہوئے ہیں اور یہ علاقے دقت کے ساتھ ساتھ اہمیت کے بھی حامل ہو گئے ہیں اور اسکے ساتھ ان کی پریشانیاں بھی بڑھی ہیں۔

آپ اپنی اس تحقیق کو کس طرح مکمل کریں گے اور آپ کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

اپنی تحقیق کے پہلے مرحلہ میں میرا ارادہ تو یہ ہے کہ اس موضوع کے متعلق جتنے بھی مواد موجود ہیں ان کی روشنی میں ایک نظریاتی خاکہ تیار کروں گا، سب سے اہم سوال یہ ہوگا کہ انسانی حقوق کے متعلق جتنے بھی مذاکرات اور مباحثے ہو رہے ہیں ان کی روشنی میں ان خستہ حال علاقہ کے لوگوں کی عام زندگی میں کس طرح میں مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے جہاں تک فیلڈورک کا معاملہ ہے تو وہ میں ۲۰۰۲ میں ہی شروع کروں گا جب میں دمشق واپس آؤں گا۔

آپ کے خیال میں فیلڈورک کے درمیان کس طرح کی مشاکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

میرا خیال ہے کہ میرے لئے سب سے بڑی مشکل ہوگی لوگوں کے درمیان ایک متحد آراء ہموار کرنا اور لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا اور اس کی واحد وجہ لوگوں کے درمیان ایسے اختلافات ہیں، میری نظر میں کچھ غیر سرکاری تنظمیں اور انجمنیں ہیں جو اپنی مہم میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان کے کام کرنے کا طریقہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے، میری اپنی رائے ہے کہ ان مختلف انجمنوں اور تنظیموں کو ایک جگہ لانا سب سے مشکل کام ہوگا۔

آپ کا اس پروجیکٹ کے تیئں مستقبل میں کیا ارادہ ہے یا انسانی حقوق کو لے کر آپ کا آگے کیا خیال ہے؟

میرا بنیادی ہدف تو یہ ہے کہ ان خستہ حال علاقہ کے لوگوں کی انسانی حقوق کی لڑائی لڑنا اور ان تنظیموں کی پوری مدد کرنا اور ان کو انسانی حقوق کے صحیح تصور سے آگاہ کرانا، میرے لئے انسانی حقوق کا مطلب ہے ایسے حالات پیدا کرنا جہاں لوگ عزت و وقار کے ساتھ رہ سکیں۔

ان ساری چیزوں کے ساتھ آپ نے اس پوری مہم کو کس طرح سے شکل دی یا آپ نے اپنی تحقیق کا خاکہ کس طرح سے تیار کیا؟

دراصل پہلے میرا خیال تھا کہ میں لوگوں کی رہائش کی قلت کے سوال پر اپنی تحقیق مرکوز کروں گا لیکن جیسے جیسے میں اپنی تحقیق میں آگے بڑھا اور میری اس میدان سے منسلک لوگوں سے ملاقات ہوتی رہی اور میں نے Athropologist

کے بہت سارے کام دیکھے تو مجھے یہ احساس ہوا کہ خستہ حال علاقوں کا مسئلہ تو ایک غیر مساواتی نظام کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

آپ کے اس تصوری خاکہ اور فیلڈ ورک کا کس طرح نفاذ کیا جا سکتا ہے اور لوگوں کو اس کے بارے میں آگاہ کرنے کا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے؟

پہلے تو میں ان تنظیموں اور علاقہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ان کو کس طرح سے بنیادی سہولت مہیا کرائی جائے جیسے پانی اور دوسری بہت ساری سہولتیں۔ان لوگوں کے ساتھ کام کر کے یہ فائدہ ہوگا کہ میں ان کی ہر طرح کی پریشانیوں سے پوری طرح واقف ہوں گا جس سے مجھے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ ان کی بہتری کے لئے کیسے اور کیا کیا کام کرنا چاہئے اور کیا طریقہ کار اپنانا چاہئے، میں اپنی تحقیقی نتائج کو بھی ایک کتاب کی شکل میں شائع کراؤں گا تا کہ یہ ماڈل دوسری جگہ بھی عمل میں لایا جا سکے۔

جمیلا بارگچ - کچھ تحقیق کے بارے میں:

اس پروجیکٹ میں جو بنیادی سوال اٹھانے ہیں اس کی تلخیص ہم یوں کر سکتے ہیں۔

اس خستہ علاقہ میں رہنے والے لوگوں کو کس طرح سے ایک خاص سماجی، اقتصادی، سیاسی اور تہذیبی تناظر میں اپنی زندگی بیتاتے ہیں، اور وہ لوگ اپنے اقدار و معاملہ کو کس طرح سے شکل دیتے میں اور کس طرح سے ان کے علاقہ کا جو کلچر ہے ان پر اثر انداز ہوتا ہے، یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ خستہ حال علاقہ سماجی طور پر طبقہ اور درجہ کے لحاظ سے کافی نچلی سطح پر ہوتے ہیں تو ہم ان کے حالات کس طرح بہتر بنا سکتے ہیں اور کیا اس کا کوئی طریقہ کار ہے، اور اگر ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے اور ہم ان چیزوں کو ایک مکمل پلیٹ فارم کی شکل دے کر انسانی حقوق کو کیسے فروغ دے سکتے ہیں اور ان کی قانونی تعریف سے باہر رہ کر بھی ہم اس کے لئے کیسے کام کر سکتے ہیں۔

اپنی تحقیق کے لئے میں نے جس جگہ کو چنا ہے، اس کا نام sidi musa (SM) ہے، شروع میں یہ علاقہ ایک

ناجائز اور قبضہ والا علاقہ تھا جو مراکش کی دارالسلطنت رباط کے آس پاس میں ہے، چھوٹے چھوٹے خستہ حال اور گندہ علاقہ مراکش کی شہری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، جیسا کہ ہر ترقی پذیر مما لک میں ہے۔ایک بات تو واضح ہے کہ جس طرح غیر قانونی، غیر منظّم اور ناجائز اور خستہ حال علاقوں میں جو اضافہ ہو رہا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے بلکہ حکومت کی شہری پالیسی کی ناکامی کی عکاسی ہے اور ساتھ ساتھ یہ علاقہ لوگوں کے درمیان بڑھتے ہوئے سماجی اور اقتصادی فرق اور غربت کی نشان دہی بھی کرتا ہے، اس خاص علاقہ کو چننے کی بہت ساری وجہیں ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ SM خاص شہری علاقہ سے کافی دوری پر واقع ہے اور برسوں سے یہ علاقہ حکومت کی مہربانیوں اور ان کی نظروں سے محروم ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خستہ حال علاقہ میں تبدیل ہو گیا، دوسری خاصی وجہ یہ ہے کہ SM ایک تاریخی علاقہ ہے جہاں پر بارہویں صدی کے آثار قدیمہ موجود ہیں اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ علاقہ ایک خاصی سماجی مرحلہ سے گذرا ہے اور اسے علاقہ میں جو تنظیمیں کام کرتی ہیں مرکزی حکومت کی نظر میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں حالانکہ اس علاقہ کی حیثیت غیر قانونی ہے۔

ہمارا ان خستہ حال علاقوں کے بارے میں جو تصور ہے کہ یہ بہت غیر منظّم اور غیر قانونی اور خطرناک ہوتے ہیں یہ اپنے آپ میں ایک پختہ سماجی اور خیالی عمل ہے اور یہ اسی عمل کا حصہ ہے کہ جو ہمیں یہ سمجھنے پر بھی مجبور کرتے ہیں اس علاقہ کے حالات لوگوں کی مجرمانہ حرکت کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور انکی ان مایوس کن حالات کے لئے ہم ان علاقہ کے لوگوں کو خود ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، ان خستہ حال علاقوں کے وجود (وجود کا مطلب یہاں پر ایک مظہریاتی اور خیالی تجربہ سے ہے کیونکہ یہ مختلف سماجی مرحلہ سے گذرتے ہیں) سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے آپ میں ایک کافی پختہ عمل ہے یہاں کے لوگوں کو حاشیہ پر ڈھکیل دیتا ہے اور ان کو غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس طرح کے لوگوں کے لئے یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ حکومت کی طرف سے مہیا کی ہوئی سہولت کا فائدہ اٹھائیں اور اپنے حالات بدلیں۔

اگر ان علاقہ کے حالات بدلنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے تو یہاں کے لوگ خود اس کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ان کی سماجی جڑیں ایسی ہو جاتی ہیں اور ان کے سیاسی برتاؤ اور خیالوں سے اس بات کو نفسیاتی سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

Blackwell Companion to Sociology میں شائع ''انسانی حقوق'' کے عنوان سے ایک مضمون میں عبد اللہ النعیم نے ماہر عمرانیات اور سماجیات سے اس بات پر زور دے کر کہا کہ وہ انسانی حقوق کے میدان میں مداخلت کریں اور اور پوری طرح اس مہم میں حصہ لیں کیونکہ ان کی تشریح اور تفسیر انسانی حقوق کے کچھ بنیادی مسائل کو دور کرنے میں کافی مدد گار ثابت ہوگی۔اس کی ضرورت اس وقت اور شدت سے بڑھ جاتی ہے جب انسانی حقوق نے قانون اور سیاست میں

ایک مکمل محاورہ کی شکل اختیار کرلی ہے۔

عبداللہ نعیم نے اپنے اس مضمون میں یہ بات بھی کہی ہے کہ انسانی حقوق کی حفاظت تو سماجی انصاف جیسے اہم مسئلہ، جس سے پورے معاشرہ دوچار ہے، کا ایک چھوٹا سا جز ہے اور اس کے علاوہ اس پوری مہم میں ایک حقیقت پسند اور مرغوب طریقہ کار اپنانے کی ضرورت ہے، اس پر بھی انہوں نے زور دیا ہے۔

بقول پروفیسر نعیم کے ''میری رائے تو یہ ہے کہ Self-regulation کے جو تضاد ہیں ان کے منفی نتائج کو دور کنا چاہئے اور اس کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ریاست کی جو جڑیں ہیں ان میں انسانی حقوق کی اخلاقیات اور رویہ کو پوری طرح پھیلا دینا چاہئے اور ان کو مضبوط بنانا چاہئے اور عالمی تناظر میں بھی ان اخلاقیات کو جگہ دینی چاہئے۔

اس طرح سے انسانی حقوق کی حفاظت جسے بہت سے لوگ انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف ایک قانون اور باہری نفاذ کی شکل میں دیکھتے ہیں، اپنے آپ میں خودمختاری کے حقوق کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

پروفیسر نعیم کی فکر یہ ہے کہ انسانی حقوق کو کس طرح سے ایک آلہ اور تہذیب کی شکل دی جائے جو پورے کے پورے سماجی ڈھانچہ میں سرایت کرجائے بجائے اس کے کہ ہم اسے وقتاً فوقتاً ایک عدل وانصاف کا مسئلہ سمجھیں اور بالآخر اس سے کچھ نتیجہ حاصل نہ کرسکیں۔ انسانی حقوق کو سماجی نظام کا حصہ بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسے تہذیبی بنیاد فراہم کرسکیں نہ کہ ہم اسے ایک سرکاری ادارہ سمجھیں۔

اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے اعلان میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ ہر انسان کو ایک ایسی معیار زندگی کا حق ہوگا جہاں اسے اور اس کے کنبہ کے لئے رہائش اور صحت کی پوری پوری سہولیات ہو، یہ کچھ ایسے انسانی حقوق ہیں جو باوقار زندگی گزارنے کے لئے کافی ضروری ہیں اور دوسرے بھی بہت سارے حقوق اس طرح کے ہیں جیسے جینے کا حقوق، زبردستی تقید سے آزادی اور ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھانے کے حقوق۔

میں نے اپنے اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی کہ کچھ اہم بنیادی مسائل کو اٹھاؤں جیسے رہائش کا مسئلہ اور اسے ایک بڑے اور پیچیدہ مسئلہ سے اس کے تعلق کی نوعیت کی تحقیق کروں۔

اس طرح کے مسئلہ (مکان، رہائش) کو صرف سیاسی شکل دے کر ہی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ پورا عمل کس طرح سے لوگوں کو حاشیہ پر پہنچادیتا ہے، اور اسی سمجھ ہی کے ذریعہ ہم اس مشکل کا حل ڈھونڈ سکتے ہیں۔

نوٹ:

۱- میری اس تحقیق میں جو سوال مجھے سب سے زیادہ تنگ کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ کیا یہاں پر کوئی ایسا نمایاں ڈھانچہ بھی ہے جس کی مختلف شکلیں ہوں یا بہت سارے متجاوز ڈھانچے ہیں جس سے اس خستہ حال علاقہ کے لوگوں کا تعلق ہے، یا ان کی اس سے پہنچان ہوتی ہے۔

۲- فرانسیسی ماہر عمرانیات Pierre Bourdieu نے Habitus لفظ کی تعریف کچھ یوں کی ہے، یہ ایک طرح کی تخلیقی قواعد ہے جو کسی سماج کا ایک جزء لاینفک ہے اور جو کچھ بعد میں ایسے عمل کو متعین کرتا ہے جو سماج کے ہر طبقہ کے لئے مناسب ہو۔ Bourdieu کے مطابق یہ پورا Space اپنے آپ میں خود ایک سماجی میدان ہے اور جس کا تخلیقی قواعد کی تشکیل میں ایک اہم کردار ہے۔

Pierre Bourdieu. 1979. La Distinction: Critque sociale Jugement. Paris, Edition s de Minuit and his 1972 . Esquisse d'une theorie de la pratique. Paris: Droz. ____

۳- شاید خستہ حال علاقہ (Slums) کے بارے میں زیادہ تر لوگوں کا خیال یہی ہے اور خاص کر ہندوستانی اور افریقی اور لاتینی ممالک میں بھی لوگوں کا اعتقاد ایسا ہی ہے۔ ____

۴- Henry Lefebvre, 1991 Translation. The Production of Space. Oxford UK Blackwell Publishing. ____

۵- "Human Rights" in Judith R. Blau, ed, 2001. The Blackwell Companion to Sociology. Malden, MA: Blackwell Publishers, pp. 86-99.

Emory Fellowship Program نے مجھے اس Slums کے پروجیکٹ کا خاکہ تیار کرنے میں اور اس کو مکمل کرنے میں کافی مدد کی، اور اس Fellowship کا ایک اہم کردار رہا ہے، جب میں Emory میں تھا میں نے عبداللہ

النعیم کے دو لیکچر (Graduate Seminar on Human Rights and Religion & Human Rights) میں شریک ہوا تھا، اوراس موضوع پران کے ساتھ میرا مذاکرہ ہوا تھا، اس کے علاوہ میں نے Anthropology Department میں بھی ایک کلاس میں حاضر ہوا تھااور Dr. Mark Goodale کے لیکچر سے کافی استفادہ کیا تھااور اس کے علاوہ میں بہت سارے دوسرے لیکچر میں بھی حاضر ہوا تھا جس کی وجہ سے مجھے ایک تصوری خاکہ تیار کرنے میں کافی مدد ملی۔اوراس حقیقت سے بھی آگاہ ہوا کہ خستہ حال علاقہ میں لوگوں کواس طرح سے رکھنا خود میں ایک انسانی حقوق کی پامالی اورقانونی جرم بھی ہے۔

میرا پچھلا کام ان لوگوں کے بارے میں تھا جوسماجی طور پرالگ تھلگ کردیئے جاتے ہیں اورکافی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہیں جیسے سڑک کے لاوارث، اور حرامی بچے جن کی تعداد مراکش میں اچھی خاصی ہے، میری ایک کتاب "Orphans of Islam" جسے Rowman & Littlefield کی Anthropology's Out-of-Bound کی سریز نے جلد ہی شائع کی ہے جس میں میں نے اس بات کی تحقیق کی ہے کہ کس طرح سے غیرقانونی، سماجی، اقتصادی، تہذیبی اور خیالی طریقہ کار لاوارث طبقہ کو وجود میں لاتے ہیں جب کہ اسلام خود ایک انسانیت پرست مذہب ہے، اوراس میں بہت سارے اس طرح کے ضوابط موجود ہیں جس سے ان پر قابو پایا جاسکتا ہے اوراس کے علاوہ لاوارث بچوں کی حمایت کے لئے بہت سارے قانون موجود ہیں، اس پروجیکٹ کے ذریعہ مجھے اس میدان میں خود کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوااور بعد میں میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک پورا Semester ان رابطہ اورسلسلہ کو سمجھنے میں صرف کروں گا جواس پروجیکٹ کو بنیادی طور پرکارآمد اورکامیاب بنانے کے لئے کافی ضروری ہیں۔

Emory میں قیام کے دوران میں نے دو لیکچر بھی دئے تھے اور بعد میں مجھے اپنا تحقیقی مقالہ پڑھنے کے لئے Wellesley College (Mass) Georgetown University کی طرف سے مدعو کیا گیا تھا۔

ان جگہوں پر میرے مقالہ پر جو بحث ہوئی اس نے ہمارے معلومات میں اوربھی اضافہ کیا، میں نے اس پوری تحقیق کا کام Emory University کی عام مکتبہ اورقانون سے متعلق کتب خانہ میں بیٹھ کرانجام دیا۔